٢٦ ٤،٢١٢
١٣٥٤

ہمارا تمھارا خدا بادشاہ

بچوں کیلئے تیرہ (۱۳) کہانیوں کا مجموعہ

اردو ترجمہ

محمود سروش

کتاب کا نام:- ہمارا تمہارا خدا بادشاہ

مترجم:- محمود سروش

ناشر:- کلچر ہاؤس، اسلامی جمہوریہ ایران

۳۳ مہارشی کاروے روڈ۔

بمبئی نمبر ۲

تعداد اشاعت:- تین ہزار

سالِ اشاعت:- فروری سنہ ۱۹۸۵ء

فہرست

مقدمہ	
کہانیاں	
بطخیں	۱
بطخیں-۲	۳
مرغی کے چوزے	۵
بلی کا بچہ	۸
بجلی کا تار	۱۱
آئینہ	۱۵
سچ	۲۰
پیاسا کتا	۲۳
بکری کا بچہ	۲۹
گلاب کی ڈالی	۳۲
بلی اور چوزے	۳۶
باغ کی سیر	۳۸
کیمرہ	۴۳

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

مُقدمہ

یہ تیرہؔ کہانیوں کا مجموعہ آٹھ سال سے بارہ سال کی عمر تک کے بچوّں کیلئے ہے۔ یہ کہانیاں فارسی زبان میں تھیں اِنکو اُردو میں ڈھال دیا گیا ہے۔ یہ لفظی ترجمہ نہیں ہے۔

اُردو میں یہ کہانیاں لکھتے وقت مَیں نے کوشش کی ہے کہ سادہ سادہ دوؔحرفی، چہارحرفی ہندوستانی الفاظ باربار استعمال کئے جائیں۔ ان کا استعمال مفرد بھی ہو اور محاورے کی صورت میں بھی تاکہ یہ الفاظ اپنی پوری معنویت کے ساتھ بچوں کی زبان پر چڑھ جائیں۔ اور بچے کتاب ختم ہونے تک کم از کم اڑھائی سَو الفاظ کے تلفّظ اور معنوں سے آگاہ ہوجائیں۔ ادبی نقطۂ نگاہ سے قطع نظر ان کہانیوں میں مذہبی اور عقیدتی پہلو کو خصوصیت کے ساتھ مؤثر بنا کر پیش کیا گیا ہے۔ خُدا کے وجود پر ایمان، اسکے رحیم وکریم ہونے کا یقین، اُس کی قدرت کا اعتراف ہی ان کہانیوں کی رُوح ہے۔

اُمید ہے کہ یہ کہانیاں بچوّں کو پسند آئینگی اور اُن کو بھی جنہیں بچوّں کے ماں باپ ہونے کا فخر حاصل ہے۔ اِن کہانیوں کی فضا مافوق الفطرت نہیں بلکہ ایک عام غریب یا متوسّط گھرانے کی فضا ہے۔ ماں باپ، بھائی بہن چچا اور دوست جن رشتہ داروں سے روز سابقہ پڑتا ہے، اُنہیں کو کردار بنا کر اِن کہانیوں میں پیش کیا گیا ہے تاکہ بچّے کہانی کے ماحول سے مانوس رہیں اور مقصد سے بھی اور کسی بات کو انکے ذہن میں بٹھانے کیلئے کوئی خاص محنت نہ کرنا پڑے ———— اُمید ہے کہ ہم اس مقصد میں کامیاب رہیں گے۔ والسّلام

محمد خسرو روش

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بطخیں

ایک دن انور اور منوّر دونوں سگے بھائی، باغ کی سیر کو گئے۔ اس باغ کے بیچوں بیچ ایک بڑا تالاب تھا۔ اس تالاب میں بہت سی بطخیں تیر رہی تھیں۔ انور انہیں غور سے دیکھنے لگا۔ بطخیں پانی میں ڈبکی لگاتیں اور اوپر آجاتیں۔ مگر پانی میں ڈوب کر بھی ان کے پر نہ بھیگتے۔ پانی کی بوندیں موتیوں کی طرح ان کے رنگ برنگے پَروں پر سے ڈھلک کر گرجاتیں۔

انور کو یہ دیکھ کر بہت تعجّب ہوا۔ کیونکہ اس نے دیکھا تھا کہ جس وقت کبوتروں اور چڑیوں پر پانی برستا تھا تو انکے پَر بھیگ کر سکڑ جاتے تھے۔ انور نے منوّر سے کہا:

"کیا بات ہے کہ یہ بطخیں پانی میں گہرائی تک اُتر جاتیں ہیں پھر بھی ان کے پَر نہیں بھیگتے؟"

منوّر نے بھی تیرتی ہوئی بطخوں کو غور سے دیکھا پھر

کہا" تم ٹھیک کہتے ہو۔ انکے پَر ذرا بھی نہیں بھیگتے۔ لیکن
کیوں نہیں بھیگتے یہ میں بھی نہیں جانتا۔ آؤ مالی سے پوچھیں
مالی ایک سمجھ دار بوڑھا آدمی تھا۔ بچوں کا سوال سُن
کر سوچ میں پڑگیا۔ پھر اُن کے ساتھ تالاب کے پاس
آیا۔ اس نے بھی بطخوں کو غور سے دیکھا اور کہا۔
"آپ لوگ ٹھیک کہتے ہیں مگر ایسا کیوں ہوتا ہے
یہ مجھے بھی نہیں معلوم اور کسی بات کو نہ جانتے ہوئے
اٹکل کی اڑانا ٹھیک نہیں۔ اچھا یہ ہوگا کہ یہ بات اپنے
اُستاد سے پوچھیں۔"
بچّوں نے طے کرلیا کہ دوسرے دن یہ بات اپنے درجہ
کے اُستاد سے پوچھیں گے

بطخیں-۲

دوسرے دِن سبق سے پہلے ہی انور اپنے درجہ میں کھڑا ہوگیا اور اس نے باغ میں جو کچھ دیکھا تھا اپنے اُستاد سے بیان کیا - پھر پوچھا:

"جناب! بطخوں کے پَر پانی سے کیوں نہیں بھیگتے؟"

استاد کو انور کا سوال پسند آیا - انہوں نے بتایا -

"بطخوں کے پَروں میں ایک طرح کی چربی ہوتی ہے اس لئے اُن پر پانی کا اثر نہیں ہوتا -"

انور نے پوچھا "کیا صِرف بطخوں کے پَروں میں ہی چربی ہوتی ہے؟" اُستاد نے بتایا:

"نہیں! ان سب پرندوں کے پَروں میں چربی ہوتی ہے جو پانی میں تیرتے ہیں - اسلئے وہ پانی سے نہیں بھیگتے - اگر یہ چکناہٹ نہ ہوتو اُن کے پَر بھیگ کر وزنی ہوجائیں اور پھر وہ آسانی

سے نہ تیر ہی سکیں نہ اُڑ سکیں ۔ میں خود کئی بار دیکھا ہے کہ جب برسات زیادہ ہوتی ہے تو پیڑوں پر بیٹھے کوّوں، کبوتروں اور چڑیوں کے پر بھیگ جاتے ہیں پھر وہ بڑی مشکل سے اُڑ پاتے ہیں۔"

منوّر نے کھڑے ہوکر پوچھا۔ "جناب بطخوں کے پَروں میں چربی کس نے لگائی؟" اُستاد نے بچّوں کی طرف دیکھا اور کہا۔ "تم میں سے کون منوّر کے سوال کا جواب دیگا؟" ایک لڑکا کھڑا ہوگیا۔ اُس نے کہا۔ "بطخوں کے مالک نے۔"

اُستاد نے کہا۔ "سب سمندری مرغابیوں کے تو مالک نہیں ہوتے جو اُن کے پَروں پر چکنائی لگائیں۔"

سب بچّے چُپکے رہ گئے۔

اُستاد نے کہا۔ "خُدا نے، جو ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے، پانی میں تیرنے والے پَرندوں کو ایسا پیدا کیا ہے کہ اُنکے پَر ہمیشہ چکنے رہیں تاکہ وہ آسانی سے دریا میں تیر سکیں اور ہوا میں اڑ بھی سکیں۔

مُرغی کے چُوزے

امینہ: سچ مچ! یہ کتنی عجیب بات ہے کہ مُرغی کے
چُوزے تو انڈوں سے باہر نکلتے ہی گھومنے پھِرنے
لگتے ہیں۔ مگر چڑیوں یا کوّوں کے بچّے جب تک
پَر پرُزے نہیں نکال لیتے کہیں جا نہیں سکتے۔

بانو: اسلئے کہ چڑیا اور کوّے اپنے گھونسلے پیڑوں
پر بناتے ہیں۔ اگر اُن کے بچّے اَنڈے سے
باہر نکلتے ہی دوڑنے اور چلنے پھرنے لگیں تو وہ
پیڑ سے گِرکر مرجائیں۔

امینہ: تو کیا تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ کوّے اور
چڑیاں خوب سمجھتی ہیں کہ ان کے بچوں کو
چلنا پھِرنا نہ چاہیئے بلکہ اپنی جگہ سے ہٹنا
ہی نہ چاہیئے؟

20

بانو:۔ نہیں ایسا نہیں ہے، وہ خود اتنی سمجھ نہیں رکھتے۔

امینہ:۔ تو یہ سمجھ اُن کو کون دیتا ہے؟

بانو:۔ میں سمجھتی ہوں کہ جس دن خُدا نے کوّوں چڑیوں اور دوسرے پرندوں کو بنایا ہے اسی دن اُن کو وہ سب کچھ دیدیا ہے جس کی ضرورت ان کو زندگی میں پڑتی ہے چونکہ خُدا دنیا کی ہر بات جانتا ہے اسلئے اسے یہ بھی معلوم ہے کہ کوّے اور دوسری ایسی چڑیوں کے بچّے جو درختوں پر اپنا گھونسلا بناتے بناتی ہیں اگر پیدا ہوتے ہی چلنے پھرنے لگیں گے تو وہ گھونسلے سے نیچے گرکر مرجائیں گے اِسلئے خُدا نے اُن کو ایسا پیدا کیا ہے کہ انڈے سے باہر نکلنے کے بعد کئی دن تک ان کے پاؤں ہلتے ہی نہیں ہیں - لیکن مُرغی کے چوزوں

کو ایسا کوئی خطرہ نہیں ہوتا اس لئے وہ انڈے
سے باہر نکلتے ہی چلنے پھرنے لگتے ہیں -

بلّی کا بچّہ

جمعہ کا دن تھا۔ مدرسہ میں چھٹی تھی۔ گھر میں کوئی کام نہ تھا۔ اس لئے انور اپنے مدرسے کے ساتھی شاہد کے گھر گیا تھا۔

شاہد نے انور سے کہا "کچھ دن پہلے ہماری بلّی نے تین بڑے ہی خوبصورت اور اچھے بچّے دیئے ہیں۔ چلو اُنہیں دیکھیں۔"

انور نے کہا "بہت اچھا"

اور پھر دونوں، بلّی کے بچّوں کو دیکھنے گئے۔

بلّی سو رہی تھی۔ اس کے بچّے دودھ پی رہے تھے انور اور شاہد تھوڑی دیر بلّی کے بچّوں کا تماشا دیکھتے رہے۔ انور نے چاہا کہ ایک بچّے کو اٹھاکر پیار کرے۔ شاہد نے اُسے روکتے ہوئے کہا۔

"ایسا نہ کرو۔ بلّی کے بچّے کو تکلیف ہوگی۔"
انور نے پُوچھا "آخر بچّے کے دنیا میں آتے ہی ماں کی چھاتیوں میں دُودھ کیسے اُتر آتا ہے؟"
شاہد نے کہا "چونکہ بچّوں کے دانت نہیں ہوتے اس لئے وہ چبانے والی چیزیں نہیں کھا سکتے۔ ان کے لئے بہترین غذا ماں کا دُودھ ہے۔"
انور نے پُوچھا "بلّی کو تو سمجھ نہیں ہوتی پھر وہ کیسے جان لیتی ہے کہ اس کے بچّوں کے دانت نہیں ہیں۔ اسلئے وہ چبانے والی چیزیں نہیں کھا سکتے اور وہ اُنکے لئے دُودھ تیار کرلیتی ہے؟"
اِتنے میں شاہد کی اُمّی جان کسی کام سے کمرے میں آگئیں۔ انہوں نے شاہد اور انور کی باتیں سُن لیں۔ اُنہوں نے کہا۔
"ہاں ہم جانتے ہیں کہ بلّی یا کسی اور جانور کی سمجھ سے یہ باتیں باہر ہیں۔ لیکن اگر وہ ایسی

سمجھ دار ہوں بھی تو اپنی چھاتیوں میں خودبخود دُودھ پیدا کرلینا ان کے بس کی بات نہیں - یہ تو خُدا کاکام ہے - وہی جانتا ہے کہ دنیا میں نیا نیا آنے والا بچّہ چبانے والی غذا نہیں کھا سکتا - اِسلئے اُسکی ماں کی چھاتیاں بنائی ہیں اور ایسا انتظام کیا ہے کہ جیسے ہی بچّہ دنیا میں آئے ماں کی چھاتیوں میں اُس کے لئے غذا تیّار ہوجائے -"

بجلی کا تار

ابّاجان :۔ انور جاؤ۔ اس بچّے کا ہاتھ پکڑکر نالی پار کرادو ۔خدا ان لوگوں دوست رکھتا ہے جو اُس کے بندوں کا ساتھ دیتے ہیں اور ان کی مدد کرتے ہیں ۔"

یہ حکم انور کے ابّاجان انور کو اُس وقت دِیا جب وہ دونوں ایک راستے سے گذر رہے تھے ۔ انھوں دیکھا کہ ایک اندھا لڑکا فٹ پاتھ پر کھڑا تھا اور وہاں سے سڑک پار کرنا چاہتا تھا ۔فٹ پاتھ کے نیچے گندے پانی کی ایک نالی تھی ۔ انور کے ابّاجان کو خیال آیا کہیں وہ لڑکا نالی میں نہ گرجائے اِسلئے انور کو انھوں نے اُسکی مدد کرنے کے لئے کہا ۔انور نے لڑکے کا ہاتھ پکڑکر سڑک پار کرادی

دوسرے دن انور نے اپنی امّاں جان سے پوچھا۔
"امّاں جان کل میں ابّاجان کے ساتھ گلی سے گذر رہا تھا۔ اس وقت ابّاجان نے مجھ کہا کہ خُدا اُن لوگوں کو دوست رکھتا ہے جو اُسکے کمزور بندوں کی مدد کرتے ہیں۔ ایک دن آپ نے بھی کہا تھا کہ خُدا ان لوگوں کو پسند کرتا ہے جو دوسروں پر مہربان ہوتے ہیں اور اچّھا برتاؤ کرتے ہیں۔
تو امّاں جان آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ خُدا ہے۔ اگر خُدا ہے تو ہم اس کو کیوں نہیں دیکھ سکتے۔
امّاں جان ہنس دیں اور کہا۔" انور اِس کھڑکی سے جھانک کر دیکھو جس تار سے سڑک پر بجلی کی بتّی جلتی ہے اس میں بجلی ہے یا نہیں"
انور نے پہلے کھڑکی سے جھانک کر دیکھا پھر کمرے سے باہر چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد لَوٹ آیا۔ اور امّاں جان سے کہا۔" ہاں! اس تار میں بجلی ہے"

امّاں جان نے پوچھا۔ "کہاں گئے تھے۔"

انور نے کہا "میں گلی میں گیا تھا۔ وہاں میں نے بجلی بتّی کو دیکھا۔ دیکھا کہ بتّی جل رہی ہے اِس سے میں سمجھ گیا کہ تار میں بجلی ہے۔"

امّاں جان: "جب تم اس کھڑکی سے بجلی کے تار دیکھ سکتے تھے تو گلی کی بتّیوں کو دیکھنے کیوں گئے؟"

انور:۔ "تار میں بجلی تھوڑی ہی نظر آتی ہے وہ تو بتّی کو دیکھ ہی معلوم ہوسکتی ہے۔"

امّاں جان کو ہنسی آگئی، کہا۔ "تو اب تمہاری سمجھ میں آیا کہ تار میں بجلی ہوتی ہے مگر آنکھوں سے دکھائی نہیں دیتی۔ اُسی طرح خُدا بھی موجود ہے مگر آنکھوں سے دکھائی نہیں دیتا۔"

انور:۔ میں نے بجلی کو تار میں نہیں دیکھا۔ جلتی ہوئی بجلی بتّی کی روشنی سے سمجھا ہے کہ بجلی موجود ہے۔

آپ نے خُدا کو نہیں دیکھا تو آپ نے کیسے جانا
کہ خُدا ہے؟"
امّاں جان:۔ ہم نے خُدا کو اپنی آنکھ سے نہیں دیکھا
مگر جو سلیقہ اور جو حِکمت اس دنیا کو بنانے میں
برتے گئے ہیں اُن کو غور سے دیکھنے کے بعد ہمیں
معلوم ہوا ہے کہ ایسی کوئی قوّت ضرور ہے جو اِس
دنیا کے کارخانہ کو چلارہی ہے۔ اور اِس قوّت کے
مالک کو خُدا کہتے ہیں۔

آئینہ

انور:۔ ابّاجان، آج دوپہر کو میرے ساتھ پڑھنے والا
میرا دوست مسعود مجھ سے ملنے آیا تھا وہ
بہت اداس تھا۔

ابّاجان:۔ کیوں؟

انور:۔ وہ چاہتا تھا کہ آج شام کو وہ سینما دیکھنے
جائے۔ مگر اس کے ابّا نے اُسے اجازت نہیں
دی اس لئے وہ اُداس ہوگیا۔

ابّاجان:۔ اس کے ابّا نے اسے سینما جانے کی
اجازت کیوں نہیں دی؟

انور:۔ مسعود نے بتایا کہ ابّا کا کہنا ہے کہ وہ
جس فِلم کو دیکھنا چاہتا ہے وہ فلم بچّوں
کے دیکھنے کے لایق نہیں ہے۔ ایسی
فلم دیکھنے سے بچّوں پر بُرا اثر پڑتا ہے۔

مگر وہ روٹی ہی کھانا چاہتی تھی - امّاں جان نے اسے روٹی نہیں دی - وہ بہت روئی مگر امّاں جان نے کہا روٹی کھانے سے طبیعت خراب ہوجائیگی اور اُس کی ضد پوری نہیں کی -

ابّاجان :- تو اب بتاؤ تمہارے خیال میں امینہ کیا سوچتی ہوگی - کیا وہ یہ نہ سوچتی ہوگی کہ اُس کی امّاں اُس کی دُشمن ہیں اُن کی بات ماننے کے قابل نہیں ہے؟

انور :- ضرور سوچتی ہوگی - مگر ایسا سوچنا تو غلط ہے امّاں جان اسے بہت چاہتی ہیں - اس لئے وہ یہ نہیں چاہتیں کہ وہ روٹی کھائے اور اس کی طبیعت زیادہ خراب ہوجائے -

ابّاجان :- بچّوں کے لئے ماں باپ کا حکم اتنا ہی اچھا ہوتا ہے جیسے بیماری میں تمہاری اماں جان کا امینہ کو روٹی کھانے سے روکنا - البتّہ تم

یہ سمجھتے ہو کہ روٹی کھانے سے امینہ کی طبیعت
بگڑ جاتی اسے نقصان ہوتا اور مسعود یہ نہیں سمجھتا
کہ جو فلمیں بچّوں کے دیکھنے کی نہ ہوں ان کو دیکھنے
میں بچّوں کا نقصان ہے ۔ کل جب مدرسے جانا تو
مسعود سے کہنا کہ ماں باپ جو بچّوں کو پالنے پوسنے
کے لئے رات رات بھر جاگتے ہیں اُن کا لاڈ پیار
کرتے ہیں اُن کی ذرا ذرا سی تکلیف اور بیماری سے
بے چین ہوجاتے ہیں ۔ رات دن اس لئے تکلیف
اٹھاتے ہیں کہ اُن کے بیٹے بیٹیاں آرام سے رہیں
وہ بھلا کوئی ایسی بات کیسے کہہ سکتے ہیں جس میں
بچّوں کی بھلائی نہ ہو ۔

۲۰

سچ

ایک دن انور اور اس کے ابّاجان سیر کرنے نکلے۔ راستے میں انھوں نے دیکھا کہ دو لڑکے کھیل رہے ہیں۔ تھوڑی دیر میں وہ ایک دوسرے سے اُلجھ گئے۔ ایک لڑکے نے دوسرے سے کہا۔ "جھوٹ نہ بولو ورنہ خُدا تمھیں جہنّم میں ڈال دیگا۔" انور کے ابّاجان نے آگے بڑھ کر اُن سے کہا۔ "بیٹے! ایسا نہ کہو۔ خُدا کسی کو جہنّم میں نہیں ڈالتا۔ تمہارا جھُوٹ بولنا تم کو جہنّم میں لے جائے گا۔"

جب انور اور اُسکے ابّاجان اُن لڑکوں کو وہیں چھوڑ کر آگے بڑھے تو انور نے اپنے ابّاجان سے پوچھا۔ "ابّاجان آپ کی بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔ اِس کا کیا مطلب ہُوا کہ خُدا جہنّم میں نہیں بھیجتا بلکہ آدمی

کا جھوٹ اُسے جہنّم میں لے جاتا ہے۔

ابّاجان نے کہا" اگر کوئی زہریلا کھانا کھالے یا زہر پی لے تو کیا ہوتا ہے؟"

انور:۔"زہر چڑھ جائیگا۔ آدمی بیمار پڑجائیگا یا مَرجائیگا

ابّاجان:۔"بہت ٹھیک، اور اگر آدمی طاقت دینے والی چیز کھائے تو کیا ہو؟"

انور:۔" اس کی تندرستی بنی رہتی ہے۔ طاقت بڑھتی ہے

ابّاجان:۔"گناہ اور ثواب کا یہی حساب ہے۔ جب آدمی گناہ کرتا ہے تو ایسا ہوتا ہے جیسے اُس نے زہر کھا لیا ہو۔ اور جب نیکی کا کام کرتا ہے تو ایسا ہوتا ہے جیسے اُس نے کوئی صحت دینے اور طاقت بڑھانے والی غِذا کھائی ہو۔ جو زہر کھاتا ہے وہ خود مرنے کا کام ہے۔ جو اچھی چیز کھاتا ہے وہ اپنی صحت اور طاقت بڑھاتا ہے۔ اس سے معلوم ہُوا کہ آدمی کا کام ہی اُس

کو جنّت یا دوزخ میں لے جاتا ہے۔ اچھے کام کریگا تو جنّت ملے گی۔ بُرے کام کریگا تو جہنّم۔ خدا کسی کو جہنّم میں ڈالنا نہیں چاہتا۔ وہ تو اپنے بندوں پر ماں باپ سے زیادہ مہربان ہے۔ وہ کبھی ہمارا بُرا نہیں چاہتا۔ ہمکو اچھا راستہ دکھاتا ہے جیسے ہمارا ڈاکٹر ہمیں اچھا رہنے کی ہدایت کرتا ہے۔ جیسے وہ کہتا ہے۔ گرم چائے پینے کے بعد برف کا ٹھنڈا پانی نہ پیو۔ اپنے دانتوں کو روز منجن سے یا مِسواک یا برش سے صاف کیا کرو اُسی طرح خدا نے بھی ہم کو کچھ ایسے کام بتائے ہیں کہ اگر ہم اُن کو کریں تو جیتے جی دنیا میں اور مرنے کے بعد آخرت میں بھی آرام سے رہیں۔

پیاسا کُتّا

ایک رات جب ابّاجان گھر آئے تو انور نے اُنسے کہا۔" ابّاجان آج پڑوس کی لڑکی شہلا اپنے گھر کے حوض میں گر پڑی - وہ حوض کے کنارے کھڑی ہاتھ دھورہی تھی کہ اُس کے پاؤں لڑکھڑا گئے اور وہ حوض کے اندر چلی گئی اُس وقت گھر میں کوئی نہیں تھا - اسکی اُمّی بھی نہیں تھیں - مگر اسکی چیخ سُن کر اُس کی بوڑھی پڑوسن دوڑ پڑی اور کپڑا پہنے پہنے حوض میں چھلانگ لگا دی۔ اُسی نے شہلا کو باہر نکالا۔"

انور کے ابّاجان نے پوچھا،" تمہارا کیا خیال ہے - پڑوسن نے اچھا کام کیا یا نہیں؟"

انور نے کہا،" اُس نے کام تو بہت اچھا کیا مگر افسوس کہ وہ بھیگ جانے کی وجہ سے بیمار پڑگئی ہے - وہ سردی کھا گئی ۔"

ابّاجان :- بیٹے ایسے موقع پر لوگ یہ نہیں دیکھتے کہ
سردی ہے یا گرمی ، اُن کو فائدہ ہوگا یا
نقصان وہ تو ایک لگن سے کام کرجاتے ہیں
اُن کے دل میں اس وقت صرف دوسروں کی بھلائی
کا خیال رہتا ہے -"

"ایسے لوگ بھلائی کی دُھن میں اپنی جان
کو بھی خطرے میں ڈال دیتے ہیں اکثر دیکھا گیا
ہے کہ ایک آدمی بڑی محنت سے روٹی یا کھانا حاصل
کرتا ہے مگر کسی دوسرے کو بھوکا دیکھ کر خود نہیں
کھاتا دوسرے کو دے دیتا ہے اس میں لوگ کبھی
کبھی یہ بھی نہیں دیکھتے کہ جس کو وہ اپنے آگے
کی روٹی دے رہے ہیں وہ کوئی آدمی ہے یا جانور
فقیر ہے یا کُتّا بلّی - اُسے کسی صِلے کی بھی لالچ
نہیں ہوتی - نیکی کا کام سمجھتا ہے اس لئے کر گذرتا
ہے -"

پھر انور کے ابّاجان نے انور کو ایک واقعہ سنایا جو اُنھوں نے اپنے والد سے سنا تھا - اُنھوں نے بیان کیا "ایک بزرگ اپنے ساتھیوں کے ساتھ کہیں جارہے تھے - گرمی کے دن تھے - دوپہر کا وقت تھا جہاں وہ اپنے قافلے کے ساتھ جارہے تھے وہ جگہ تھوڑی ہی دور رہ گئی تھی - قافلے میں اُنکا ایک نوکر بھی تھا - جس کا کام تھا لوگوں کو پانی پلانا - ایسے نوکر جن کا کام پانی اِکٹھّا کرنا اور لوگوں کو پانی پلانا ہوتا ہے آب دار کہے جاتے ہیں راستے راستے جہاں اسے پانی ملتا وہ آب دار مُشک بھر لیتا - اور قافلے والوں کو مانگنے پر پانی دیتا - وہ اکثر اپنا کام کرنے ، پانی بھرکر لانے کی وَجہ سے قافلے کے پیچھے رہ جاتا ہے - اس دن ایسا ہی ہوا تھا قافلہ آگے نکل گیا تھا اور وہ پیچھے رہ گیا تھا - اُس نے دیکھا کہ ایک پیاسا کُتّا اُسکے پیچھے پیچھے چلا آرہا ہے - وہ کُتّا گرمی اور پیاس کی سختی سے نڈھال ہورہا تھا وہ اس

آب دار کے پیچھے اس لئے لگ گیا تھا کہ اُسکے پاس پانی تھا اور جیسے اُسے اُمّید ہوگئی تھی کہ آبدار اُسکی پیاس ضرور بجھائیگا۔

آبدار کا دل کُتّے کی پیاس دیکھ کر تڑپ گیا اُسنے چاہا کہ پیاسے کُتّے کو پانی دے مگر اس کے پاس ایک ہی کٹورا تھا جس میں وہ قافلے والوں کو پانی پلاتا تھا۔ دوسرا کوئی ایسا برتن نہ تھا نہ ہی راستے میں کوئی ایسا ٹھیکرا تھا جس میں وہ کُتّے کو پانی دے سکے۔ اس نے سوچا اگر اس کٹورے میں کُتّے کو پانی پلایا اور قافلے والوں کو معلوم ہوگیا تو وہ سب مل کر اُسکے ساتھ بُری طرح پیش آئیں گے۔

ہوسکتا ہے کہ وہ اپنے برتن میں ایک نجس کو پانی پلانے کے جُرم میں قاضی کے پاس لے جائیں اور وہ مجھے عمرقید کی سزا دیدے۔ ہوسکتا ہے کہ وہ لوگ اُسے مُلک سے نکلوا دیں۔ ہزاروں طرح کی تکلیفیں

دیں - اُس نے سارے نتیجے کو سوچ لیا پھر بھی اُسکا دل نہ مانا - کُتّے کو وہ پیاسا نہیں چھوڑ سکتا تھا- وہ اپنی سواری سے نیچے اُترا اور کٹورے بھر بھر کے کُتّے کو پلا دیئے - اس کے بعد وہ قافلے سے جا ملا -

کچھ زمانے بعد وہ آب دار حکومت میں ایک بہت بڑے عہدہ پر پہنچ گیا - مگر اب اُسکی نگاہ بالکل بدل چکی تھی - اس کے لئے کوئی مشکل، مشکل نہیں رہ گئی تھی - جب کوئی مشکل آتی تو کوئی نہ کوئی اُسکی مدد پر آجاتا اور وہ خود اپنے دل میں سمجھتا کہ یہ مدد کرنے والا اللہ کا بھیجا ہوا ہے - اللہ خود اُسکے حال پر مہربان ہے - اور یہ مہربانی اس رحم کے بدلے میں ہے جو اس نے کُتّے پر کیا تھا- اور اپنے نقصان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے ایک پیاسے کُتّے کو پانی پلا دیا تھا-

اس کے بعد انور کے ابّا جان نے کہا -

"اگرچہ یہ ہوسکتا ہے کہ کسی نیکی کرنے والے

کو اسی دنیا میں اس کا بدلہ مل جائے اور دنیا میں بھی فائدہ ہو مگر کام تو صرف خُدا کی رضامندی اور خوشی کے لئے اچھی طرح انجام دینا چاہیئے - صلے کی اُمّید رکھے بغیر - بس میں اتنا جانتا ہوں کہ دنیا کا بھلا کرنے والے کو خُدا دوست رکھتا ہے -

بکری کا بچّہ

ایک چُھٹّی کے دن اَنور اور مُنوّر کے ماں باپ اُنکو شہر کے قریب ایک گاؤں میں لے گئے۔ بچّے جیسے ہی گاؤں میں پہونچے کھیل کود میں مصروف ہو گئے۔

گاؤں کے ایک طرف ہرا بھرا میدان تھا۔ جس میں خوب گھاس اُگی ہوئی تھی۔ اس میں گائیں اور بھیڑیں چر رہی تھیں۔ اَنور اور مُنوّر اُن کو دیکھنے گئے اور بھیڑ بکریوں کے بچوّں کے پیچھے دَوڑنے لگے۔ انہوں نے چاہا کہ چھوٹے چھوٹے میمنوں، بھیڑ اور بکری کے بچوّں کو گود میں لے لیں۔ مگر وہ بچّے ہاتھ نہ آتے تھے یہاں تک کہ اُنکی دیکھ بھال کرنے والے چرواہے نے ایک میمنہ پکڑکر انور اور مُنوّر کو دے دیا۔

یہ میمنے، یہ بھیڑ بکری کے مُنّے مُنّے سے بچّے

بہت ہی خوبصورت اور چنچل تھے۔ انور اور مُنوّر نے چاہا
کہ اِن بچوّں کو اپنے گھر لے جائیں۔ مگر چرواہے نے کہا
"یہ ابھی دُودھ پیتے ہیں۔ اگر آپ اِنہیں لے جائیں گے
تو اِن کو تکلیف ہوگی۔

اتنے میں چرواہے نے ایک طرف کچھ دیکھا اور پھر فوراً اُسی طرف دوڑا۔ تھوڑی دیر بعد چرواہے نے انور اور مُنوّر کو آواز دی۔ دونوں اسکی آواز پر دوڑ پڑے۔ وہاں پہنچ کر انہوں نے دیکھا کہ ابھی ابھی ایک بکری نے بچّہ دیا ہے اور اس کو چاٹ رہی ہے۔ بچّہ اپنے پاؤں پر کھڑا نہ ہو پاتا تھا۔ مگر دیکھتے ہی دیکھتے کچھ منٹوں میں وہ اپنی ماں کے تھن کی طرف بڑھا اور دودھ پینے لگا۔

انور نے مُنوّر کی طرف دیکھا اور کہا: دیکھو مُنوّر دیکھو! بکری کا یہ بچّہ جو ابھی پیدا ہُوا ہے کیسے اپنی ماں کے تھن سے دودھ پینے پہنچ گیا۔ اُسنے

کیسے جان لیا کہ ماں کے پیٹ سے لگے ہوئے تھنوں میں اس کے لئے دُودھ بھَرا ہوا ہے"

اَنور نے کہا "ہم جو آدمی کے بچّے ہیں اور تھوڑی سی تعلیم بھی حاصل کئے ہوئے ہیں ۔ اگر گایوں یا بھیڑوں اور بکریوں کو نہ دیکھتے تو ہرگز یہ نہ جان سکتے کہ بچّوں کے لئے دودھ ماں کی چھاتی یا پیٹ سے لگے ہوئے تھنوں میں ہوتا ہے ۔ مگر بکری کا یہ بچّہ جو ابھی ابھی پیدا ہوا ہے یہ جانتا ہے کہ اسکی ماں کا دودھ کہاں ہے بھلا اس بکری کے بچّے کو یہ سُوجھ بوجھ کہاں سے ملی ؟"

چرواہا جو انور اور مُنوّر کی باتیں سُن رہا تھا، اُن کی بات کاٹتے ہوئے بولا ۔ "یہ سوجھ بُوجھ انہیں خدا نے دی ہے ۔ اگر خدا بکری کے بچّوں، بھیڑ کے بچّوں اور جنگلی جانوروں کو یہ سوجھ بوجھ نہ دیتا تو وہ سب بھُوکے مَر جاتے ۔

گلاب کی ڈالی

چھٹّی کا دن تھا - انور اپنے ابّا جان امّی جان اور چھوٹے بھائی کے ساتھ ایک شاندار باغ کی سیر کو گیا تھا - کچھ وقت وہاں گذارنے کے بعد انور نے اپنے ابّاجان سے خواہش کی کہ ذرا جلدی گھر لوٹ چلیں کیوں کہ انور نے پڑھائی کا کام جو اسکول سے گھر میں کرنے کے لئے ملا تھا ابھی تک نہیں کیا تھا - ابّاجان نے اُس سے پوچھا کہ وہ اپنا بستہ کیوں ساتھ نہیں لے آیا - اگر لے آتا تو یہیں باغ میں وہ اپنے اسکول کا کام بھی کرلیتا

انور نے کہا - "میں نے سُوچ لیا تھا کہ گھر واپس آکر اپنا اسکول کا کام پورا کروں گا -

ابّاجان :- تم کو چاہیئے کہ پہلے اپنا کام کرو پھر کھیلو

'57

کودو - کیوں کہ کھیل میں تھک جانے کے بعد کام پوری محنت سے نہیں ہو سکتا - ہاں اگر اسکول کا کام پہلے کرلیا جائے تو پھر کھیل میں زیادہ جی لگ سکتا ہے کیوں کہ پھر یہ خیال نہیں رہتا کہ ابھی کرنے کو کام باقی ہے -

خیر. تو وہ جلدی گھر لوٹ گئے - اور انور اپنے کام میں لگ گیا - جب اُسے پینسل سے لکھا ہوا کچھ مٹانے کی ضرورت ہوئی تو اُس نے اپنے بستہ میں ربر تلاش کرنا شروع کیا - اس نے بستے سے چیزیں نکالنا شروع کیا تو اُس کی نظر ایک کاغذ پر پڑی جس پر ایک بہت ہی خوبصورت سی گلاب کی ٹہنی کی تصویر بنی ہوئی تھی - اِس تصویر کو دیکھ کر اسے بڑی حیرت ہوئی - انور اس تصویر اپنے بھائی منوّر کے پاس لے گیا اور اُس سے کہا -

"دیکھو یہ تصویر مجھے اپنے بستے میں ملی ہے - مگر یہ

نہیں معلوم اِسے کس نے بنایا ہے اور میرے بستے
میں رکھ دیا ہے۔"
منوّر:۔ شاید آپ ہی بناکر بھول گئے ہوں۔
انور:۔ نہیں یہ تصویر میری بنائی ہوئی نہیں ہے۔
منوّر:۔ تو پھر آپ کے خیال میں یہ تصویر کس نے بنائی
ہے؟
انور:۔ پہلے گمان ہوا تھا کہ شاید یہ تصویر ممتاز نے
بنائی ہو۔ پھر خیال آیا کہ ممتاز تو آج بیمار تھا
اور اُسے تصویر بنانا بھی نہیں آتی۔ وہ کیسے یہ تصویر
بنا سکتا ہے۔ یہ کام تو کسی اُستاد مصوّر کا ہے کسی
معمولی تصویر بنانے والے کا نہیں۔ دیکھو اِس کی پنکھڑیاں
اِس کی ٹہنی اور اِس کے پتّے کتنے خوبصورت ہیں۔
ایسا لگتا ہے جیسے سچ مچ کاغذ پر گلاب کی ایک ڈالی
رکھی ہوئی ہو۔
ابھی دونوں بھائی یہ باتیں کر ہی رہے تھے

کہ اماں جان دروازے سے کمرے میں داخل ہوئیں۔ انہوں نے انور کو ایک خط دیا۔ انور نے خط کھول کر پڑھا اور بول اٹھا۔ "میں نہیں کہتا تھا یہ گلاب کی ڈالی کسی اُستاد مُصوّر کی بنائی ہوئی۔"

دیکھو مُنوّر آج چچا جان مُمتاز کی بیماری کی خبر سُن کر اس کا حال پوچھنے آئے تھے۔ یہ تصویر انہوں نے میرے لئے بنائی اور میرے بستے میں رکھ دی ہے۔"

بلّی اور چُوزے

ایک دن انور نے اپنے ابّاجان سے سوال کیا" ابّاجان ہمارے ماسٹر صاحب کا کہنا ہے کہ بچّوں پر اپنے ماں باپ کا حکم ماننا واجب ہے ۔ جو اپنے ماں باپ کا حکم نہیں مانتا اور اُنکا ادب نہیں کرتا وہ گناہ گار ہوتا ہے ۔"

ابّاجان نے کہا" ہاں انور تمہارے ماسٹر صاحب نے ٹھیک کہا ہے"

انور نے پُوچھا :۔ مگر بچّے اپنے ماں باپ کا کہنا کیوں مانیں۔

ابّاجان :۔ اس مرغی کو دیکھو ۔ جب بلّی اس کے چوزوں کے قریب آتی ہے تو وہ کس طرح اپنے بچّوں کی جان بچانے کیلئے اپنی جان کی پرواہ نہیں کرتی ۔ بلّی پر جھپٹ پڑتی ہے ۔ اور اُسے اپنے بچّوں سے دور بھگا دیتی ہے وہ ایسا کیوں کرتی ہے ۔

انور :۔ شاید اس لئے کہ مُرغی کو اپنے بچّوں سے محبت ہے ۔

ابّا جان :- شاید نہیں سچ مچ - ہر جانور کو اپنے بچّوں سے محبت ہوتی ہے - سبھی ایسا کرتے ہیں - جب اُن کے بچوں کو کوئی بڑا یا چھوٹا خطرہ پیش آتا ہے - تو وہ آڑے آجاتے ہیں اس کی روک تھام کرتے ہیں - وہ اپنے بچوں کی بھلائی اور برائی اچھی طرح سمجھتے ہیں - اسلیئے وہ جو کچھ کہتے ہیں اُسی میں بچّوں کی بھلائی ہوتی ہے - اسلیئے بچّوں کو اپنے ماں باپ کا حکم ماننا چاہیئے - اگر انھوں نے ایسا کیا تو ان کو کوئی تکلیف نہ ہوگی اور وہ خطروں سے دور رہیں گے -

باغ کی سَیر

جمعہ کی چھُٹّی آرام کا دِن - انور، مُنوّر اور مُمتاز اپنے امّاں جان اور ابّا جان کے ساتھ اُسی باغ کی سَیر کو پھِر گئے جہاں ایک ہفتہ پہلے جمعہ کے دن گئے تھے - باغ بڑی اچھی جگہ پر پھیلا ہوا اور صَاف سُتھرا تھا - اُنھوں نے ایک پیڑ کے نیچے دَری بچھالی اور آرام سے بیٹھ گئے - اب کی مرتبہ اَنور نے باپ کے کہے پر عمل کرتے ہوئے اپنا بَستہ ساتھ لے لیا تھا - اُس نے بَستہ کھول کر کام شرُوع کر دیا - انور کے دونوں بھَائی بھی جو اُن کا جی چاہتا تھا کر رہے تھے -

تینوں بھائی لکھتے پڑھتے جب تھک جاتے تو کھیلنے لگتے - کھیل سے جی بھر جاتا تو پھِر لکھنے پڑھنے لگتے یہاں تک کہ اُن کا لکھائی کا کام پُورا ہو گیا اور

64

وہ سب اپنے ابّاجان کے ساتھ باغ میں اِدھر اُدھر ٹہلنے نکل گئے۔

اَچانک انور کی نظر باغ کی دُوسری طرف آم کے ایک بہت بڑے چھتنار پیڑ پر پڑی۔ وہ بہت اونچا پیڑ تھا۔ اسکا سایہ بھی بہت گھنیرا تھا۔ اُسی کے پاس ایک شیشم کا درخت بھی تھا۔ جو بہت اونچا نہ ہوسکا تھا۔ اور ایک طرف کو جھک بھی گیا تھا۔ انور نے اپنے ابّاجان کی طرف دیکھا۔ وہ بھی اُن درختوں کو دیکھ رہے تھے۔

انور نے پُوچھا۔ "ابّاجان یہ شیشم کا پیڑ ایک طرف جُھکا ہوا کیوں ہے؟ شیشم کے درخت تو بہت اُونچے اور سیدھے تنے ہوئے ہوتے ہیں۔ ایسا لگتا ہے کسی نے اِسے زبردستی جُھکا دیا ہے۔

ابّاجان نے کہا۔ "نہیں انور اسے کسی نے جُھکایا نہیں ہے۔ وہ خود ہی ٹیڑھا ہوگیا ہے۔

انور :۔ کیوں ؟

ابّاجان :۔ جس طرح ہمیں اپنی زندگی کیلئے ہوا، پانی اور دُھوپ کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح درختوں اور پودوں کو بھی سُورج کی رَوشنی کی ضرورت ہوتی ہے ۔ اِسی ضرورت نے اِس چھوٹے سے بوٹے کو اُس طرف جُھکا دِیا ہے جس طرف سے اُسے رَوشنی مل سکتی ہے ۔ کیونکہ آم کے اس گھنے پیڑ کی وجہ سے سورج کی کرنیں اس چھوٹے سے درخت تک نہیں پہونچ پاتی ہیں ۔

انور :۔ مگر ابّاجان کیا درختوں میں اتنی سُوجھ بُوجھ ہے کہ وہ اپنی زندگی کی ضرورت پوری کر لیں یا اس کے لئے راستہ تلاش کریں ۔ کیا درخت کے آنکھیں ہوتی ہیں ؟ کہ وہ دیکھے سُورج کس طرف ہے اور اسی طرف جھک جائے ۔

ابّاجان :۔ درخت انسانوں کی طرح عقل اور شعور نہیں

رکھتے۔ لیکن خدا نے ان کو اسطرح پیدا کیا ہے کہ اگر ان تک سورج کی روشنی اور ہوا نہ پہونچے تو وہ اتنا جھک جائیں کہ انہیں روشنی اور ہوا مل جائے۔

انور کو یہ سن کر حیرت ہوئی۔ اس نے مُنوّر سے کہا۔ "سچ ہے، جڑی بوٹیوں کو یہ عقل یہ سمجھ کہاں یہ سب کچھ خدائی حکمت ہے"

مُنوّر:۔ بھائی صاحب آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ انہیں باتوں سے ہمیں یقین ہوتا ہے کہ اس دنیا کا ایک مالک ہے۔ اُسی نے اس دنیا کو بنایا ہے جیسے گلاب کی ڈالی کی تصویر دیکھ کر آپ نے کہا تھا کہ یہ کسی اُستاد مصوّر نے بنائی ہے کسی اَن پڑھ نے نہیں۔ اُسی طرح جب سمجھدار انسان ایسی چیزوں کو دیکھتے ہیں جن سے قدرت کی کاریگری ٹپکتی ہے تو وہ مان لیتے ہیں کہ یہ سب کچھ کسی سمجھ دار اور عقلمند ہستی کا کارنامہ ہے۔ اسی نے درختوں

کو ایسا بنایا کہ وہ دُھوپ اور ہوا کے لئے اس
طرف جھک جائے جس طرف سے اسے قدرت کے یہ
انعام ملیں ۔ اسی بنانے والی ہستی کا نام ہے "خُدا"

کیمرہ

ایک دِن انور، مُنوّر اور مُمتاز تینوں بھائی اپنے اسکولی دوست مسعُود کے گھر گئے۔ مسعود کے گھر میں ان کی بڑی خاطر تواضع ہوئی۔ مسعود کو اُن کے ساتھ کھیلنے کی اجازت دے دی گئی۔ اور وہ سب کھیل میں مصروف ہو گئے۔

ابھی وہ کھیل ہی رہے تھے کہ مسعود کے بڑے بھائی کمرے میں داخل ہوئے۔ ان کے ہاتھ میں کیمرہ تھا۔ اس کیمرے سے مسعود کے بھائی صاحب نے ان بچّوں کی کچھ تصویریں اُتاریں۔

جب انور، مُنوّر اور مُمتاز شام کو اپنے گھر لَوٹے تو انور نے جو اپنے بھائیوں میں سب سے بڑا تھا ابّاجان سے درخواست کی کہ وہ اُن کے لئے بھی کیمرہ

خرید لائیں - ابّاجان نے انور سے وعدہ کرلیا - لیکن کیوں کہ اُن دِنوں اُن کو کام بہت تھا اِس لئے وہ وقت نکال کر بازار نہ جاسکے اور اپنے بچّوں کیلئے کیمرہ نہ خرید سکے -

تینوں بھائی رات کو ابّاجان جب کام سے چھوٹ کر گھر آتے تو اُن سے کیمرہ کا سوال کرتے - کبھی باتوں باتوں میں یاد دِلاتے - کبھی ضد کرتے - ابّاجان افسوس ظاہر کرتے کہ وہ اپنی حد سے بڑھی ہوئی مصروفیت کی وجہ سے اپنے بچّوں کا سوال نہیں پُورا کرسکے - آخر ایک دِن انہوں نے سمجھ لیا کہ اُنہیں بہت دن تک اتنا وقت نہ ملیگا کہ وہ کیمرہ خریدنے جاسکیں -

انور کے ابّاجان نے اپنے چھوٹے بھائی یعنی انور کے چچاجان سے کہا کہ وہ بچّوں کو ایک کیمرہ لادیں - انہوں نے بھی وعدہ کرلیا - اب انور، مُنوّر اور ممتاز اُن کے پیچھے پڑ گئے - وہ کچھ دنوں تک وقت نہ

نکال سکے -

جیسے جیسے دن گذرتے تھے - بچّے بے آس ہوتے جاتے تھے - وہ چچاجان کو یاد دِلاتے دِلاتے تھک گئے انہوں نے چچاجان کے پاس جانا بھی چھوڑ دیا - اور ابّاجان سے تقاضہ کرنا بھی بند کر دیا -

ایک دن چچاجان جو گھر آئے تو انہوں نے انور، مُنوّر اور مُمتاز کو بلایا - " آؤ بچّو اپنا کیمرہ لو "

سب بچّے خوشی سے اُچھل پڑے - چچاجان زندہ باد کے نعرے لگ گئے - جب خوشی کا جوش کم ہوا تو مُنوّر نے حیرت سے پُوچھا - " بھائی جان ہم لوگ تو کیمرہ کو بھول گئے تھے آخر اب چچاجان کو کیسے یاد آیا کہ وہ کیمرہ لے آئے - انور نے کہا " میں نے آج صبح نماز پڑھنے کے بعد دُعا کی تھی - خدا سے چاہا تھا کہ ہمارے چچاجان ہم لوگوں کے لئے کیمرہ لا دیں - "

اس وقت انور کی امّاں جان کمرے میں آگئی تھیں

انہوں نے انور کے مُنھ سے دُعا کی بات سُنی تو اُنکو بڑی خوشی ہوئی - انہوں نے انور سے کہا -

"ٹھیک ہے انور خُدا ہمارے حال پر ہمارے ماںباپ سے زیادہ مہربان ہے - اگر ہم اُسکا حُکم مانیں اور دل کی گہرائی سے کسی چیز کا سوال کریں تو وہ ہم کو ضرور دیگا -"

ممتاز نے کہا، " مگر امّاں جان میں نے کچھ دن پہلے خُدا سے ایک چاقوُ مانگا تھا اُس نے مجھے چاقو نہیں دیا

امّاں جان :- ممتاز! اگر تم مجھ سے بھی چاقو مانگتے تو میں تمہیں چاقو نہ دیتی - تم ابھی چھوٹے ہو چاقو سے کام نہیں لے سکتے - اِس سے تمہارا ہاتھ کٹ سکتا ہے اس لئے تم کو چاقو نہیں دیا جا سکتا - جب میں تمہاری ماں ہو کر تم کو چاقو نہیں دے سکتی تو خدا جو تمہارے حال پر مجھ سے زیادہ مہربان ہے تم کو ایسی چیز کیسے دے سکتا جس سے تمہیں نقصان پہونچ سکتا ہے - وہ ابھی تم کو چاقو ہرگز نہیں دیگا -

اِس واقعہ سے کچھ دن پہلے انور کا بھائی مُنوّر بیمار پڑگیا تھا - اُس کے لئے ڈاکٹر کو بُلایا گیا - ڈاکٹر نے مُنوّر کو دیکھا بھالا اور دوا کا نُسخہ لکھا - انور کو نُسخہ دِیا گیا کہ وہ دَواخانے سے مُنوّر کے لئے دوائیں خرید لائے - انور دَوائیں لے آیا - اور وہ دوائیں مُنوّر کو ڈاکٹر صاحب کے کہنے کے مطابق دی گئیں - تھوڑی تھوڑی دواؤں کی خوراک تھی جو تھوڑی تھوڑی دیر سے مُنوّر کو دی جاتی تھی -

رات کو مُنوّر کا بُخار تیز ہوگیا - مُنوّر کراہنے لگ گیا - انور اور منوّر ایک ہی کمرے میں سوتے تھے - اُس رات انور کو نیند نہ آئی - اُسکا دل مُنوّر کی تکلیف دیکھ کر کڑھ رہا تھا - رنج سے اُسکا گلا رُندھنے لگا - امّاں جان منوّر کے پاس بیٹھی دُعائیں پڑھ رہی تھیں - انور بھی ماں کو سُن سُن کر اُن کے ساتھ ساتھ دُعائیں پڑھنے لگا اور آدھی رات کے بعد تھک کر سو گیا -

صبح سویرے جب انور کی آنکھ کھلی تو اُسنے دیکھا۔امّاں جان نماز پڑھ رہی ہیں اور اپنی جانماز پر بیٹھی دُعا مانگ رہی ہیں۔ انور نے بھی دانت صاف کرکے وضو کیا اور نماز پڑھی۔ جب امّاں جان کو نماز اور دُعا سے فرصت ہوئی تو انور نے پُوچھا۔" امّاں جان! مُنوّر اب کیسا ہے؟"

امّاں جان نے بتایا کہ منوّر اب کچھ ٹھیک ہے۔ اللہ تعالٰی نے اپنا کرم کیا ہے ہماری دُعائیں سن لی ہیں

انور نے پُوچھا،" امّاں جان دُعا کیسے کی جاتی ہے۔کیا سب کو دُعا کرنی چاہیئے۔

امّاں جان:۔ ہاں بیٹے! میں بچپن سے دیکھتی چلی آئی ہوں کہ جب میرے ابّا یا میری امّاں پر کوئی مصیبت آتی،ان کو کوئی مشکل پیش آتی تو وہ دُعا کرتے تھے۔ اور خُدا سے چاہتے تھے کہ وہ اُنکی مشکل دُور کردے۔ اُسی زمانے سے جب مجھے کوئی اُلجھن ہوتی ہے، کوئی مشکل پیش آتی ہے،کسی مُصیبت

کا سامنا ہوتا ہے تو میں خُدا کی طرف رُخ کرتی ہوں
اور ایسا ہی وہ سب لوگ کرتے ہیں جو خُدا کو مانتے
ہیں - جو خدا کے خاص بندے ہیں -

ہم جب دُعا کرتے ہیں تو خدا ہماری مدد کرتا ہے
ہم جب ناامُید ہوجاتے ہیں تو وہ ہماری ڈھارس بندھاتا ہے
ہمیں اُس سے مَدد کی اُمید ہوتی ہے ہم اُس سے مدد
مانگتے ہیں وہ ہماری مدد پر آتا ہے - ہماری اَڑچن دور
کرتا ہے - جب میں راتوں کو اپنے گھر میں اکیلی ہوتی ہوں
تمہارے ابّاجان نہیں ہوتے - تم لوگ سوئے ہوئے
ہوتے ہو - یا جب میں گھر کے باغ میں رات کے اندھیرے
میں اکیلی ہوا کھاتی رہتی ہوں تو مجھے ایسا لگتا ہے
جیسے کوئی میرے ساتھ ہے اور وہ کوئی دوسرا انسان
نہیں بلکہ میرا خدا ہے -

انور نے کہا، "امّاں جان ! ہوسکتا ہے یہ صرف آپ کا
گمُان ہو"

امّاں جان :- نہیں بیٹا! یہ گمان کیسے ہو سکتا ہے۔ میں نے بارہا اس سے مانگا ہے۔ اور جو کچھ مانگا اس نے دیا ہے۔ ہر ایک کو اپنی زندگی میں ایسا کرنا چاہیئے۔ اور اس خدا سے جو ہم پر ہمارے ماں باپ سے زیادہ مہربان ہے بار بار سوال کرنا چاہیئے۔ وہ اُن کو پسند کرتا ہے جو اُس سے مانگتے ہیں اور صرف اُس سے مانگتے۔ ہمیں بار بار مانگنا چاہیئے اور صرف اُسی سے مانگنا چاہیئے تاکہ ہمارے دل کو اطمینان ہو جائے کہ کوئی خُدا ہے جو ہماری دُعاؤں کو سُن کر ہماری حاجتوں کو پورا کرتا ہے۔ ہمارا یقین خدا پر بھی پُورا ہو جائے اور اپنی دُعاؤں پر بھی۔

انور بیٹا خدا کو ہمیشہ یاد کرتے رہنا اور جو کچھ مانگنا اُسی سے مانگنا۔